پاکستان میں دستوری مہم: تحریک تحفظ ختم نبوت کے پس منظر میں

ابن الحافظ حنفی

پاکستان بننے کے بعد جب اسلامی نظام کے نفاذ کی بحث چھڑی تو 1949ء میں پاکستان کے پہلے وزیر اعظم نواب زادہ لیاقت علی خان مرحوم نے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی مرحوم اور دینی جماعتوں کے تعاون سے قرار داد مقاصد منظور کرائی اور اسے دستورِ پاکستان کا حصہ بنا دیا۔ بعد ازاں 1951ء میں تمام مکاتب فکر کا نمائندہ کنونشن کراچی میں منعقد ہوا جس کے داعی حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم تھے۔ یہ کنونشن 21 تا 24 ر جنوری 1951ء کو حضرت علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ جس میں مشہور 22 نکات مرتب کیے گئے۔ اس میں یہ تاثر سامنے آیا کہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر فروعی اختلافات کے باوجود اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے خصوصی طور پر پوری طرح متفق و متحد ہیں۔ قادیانی، بلوچستان کو احمدی سٹیٹ اور پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنے کی تیاریاں اور اعلانات کرنے لگے تو مجلس احرار اسلام کی ربع صدی قبل جاری کردہ تحریک تحفظ ختم نبوت اپنے نقطۂ عروج کو پہنچی۔ مجلس احرار اسلام کی دعوت پر تمام مکاتب فکر پر مشتمل ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' تشکیل پائی۔ ملک بھر سے پانچ سو جید علماء کرام کا اجتماع ہوا۔

دستوری مہم اپنے عروج پر تھی لیکن تحفظ ختم نبوت کی تحریک زور پکڑ گئی۔ مجلس احرار اسلام نے انہی قدر آور شخصیات جو دستوری مہم میں پیش پیش تھیں سے بصد ادب درخواست کی کہ وہ 22 نکاتی دستوری خاکے میں ترمیم کر کے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کا اصولی مطالبہ بھی اسی دستوری خاکے کا حصہ بنائیں۔ جب یہ ترمیم کی گئی اس وقت تمام مکاتب فکر کی نمائندگی کا عدد 33 تھا جبکہ سیکڑوں علماء کرام اور تمام حلقوں کی تائید بھی شامل تھی۔ یہی ترمیم 23 واں نکتہ کہلانے لگی اور قومی اسمبلی سے قرار دادِ اقلیت کی شکل میں سب سے پہلے منظوری کا شرف بھی اسے حاصل ہوا۔

بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اس ترمیم کا ذکر یوں کرتے ہیں جو تاریخ کے ریکارڈ کا حصہ ہے اور روزنامہ ''جسارت'' کراچی نے اپنے سنڈے ایڈیشن ''جسارت میگزین'' کی اشاعت 13 تا 19 ر ستمبر 2009ء میں ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے:

> ''پاکستان کے سربر آوردہ علماء نے دستوری سفارشات میں جو ترمیمات پیش کی ہیں، ان میں سے ایک ترمیم یہ بھی ہے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب سے مرکزی اسمبلی میں ان کے لیے ایک نشست مخصوص کر دی جائے اور دوسرے علاقوں کے قادیانیوں کو بھی اس نشست کے لیے کھڑے ہونے او ر ووٹ دینے کا حق دے دیا جائے۔ اس ترمیم کو علماء نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے:
>
> یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے جسے ہم پورے اصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملک کے دستور سازوں کے لیے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے کہ وہ اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اجتماعی مسائل سے بے پروا ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بنا پر دستور بنانے لگیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی بڑی تعداد ملی جلی ہے وہاں اس قادیانی مسئلے نے کس قدر نازک صورتحال پیدا کر دی ہے۔ ان کو پچھلے دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہیے۔ جنھوں نے ہندو مسلم مسئلہ کی نزاکت کو اس وقت تک محسوس ہی نہ کیا جب تک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلود نہ ہوگیا۔ جو حضرات خود اس ملک کے رہنے والے ہیں ان کی یہ غلطی بڑی افسوسناک ہوگی کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں اس وقت تک انھیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ یہاں ایک قادیانی مسئلہ موجود ہے جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو جس چیز نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھستے بھی ہیں اور دوسری طرف عقائد، عبادات اور اجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ ہیں بلکہ ان کے خلاف صف آراء بھی ہیں اور مذہبی طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں۔ اس خرابی کا علاج آج بھی یہی ہے اور پہلے بھی یہی تھا (جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا) کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے۔''

علماء امت کا ریاست پر احسان ہے کہ انھوں نے علامہ اقبال مرحوم کے اسی مؤقف کو پذیرائی بخشی۔ حالانکہ امت کے تمام طبقات کا مؤقف اقبال مرحوم کے مؤقف سے کہیں سخت تھا کیونکہ قادیانی اپنے کفر کو اسلام کا نام دیتے تھے اور پھر اس پر اصرار بھی کرتے تھے اور اب بھی کرتے ہیں۔ یہ دراصل اکابر علماء حق کی اُسی محنت اور شہداء ختم نبوت کے مقدس خون کا صدقہ تھا کہ 1974ء میں قومی اسمبلی میں 13 دن کی بحث کے بعد لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔

7 ر ستمبر 1974ء کو اس تاریخی قرار داد اقلیت کی منظوری کے بعد اُس وقت کے قائد ایوان اور وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے اسمبلی میں کم و بیش آدھ گھنٹے کی جو تقریر

کی اوراس مسئلہ کے حل کے حوالے سے جو خوبصورت دلائل دیئے وہ دینی وسیاسی اور معاشرتی سطح پر بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ بعدازاں صدر ضیاء الحق مرحوم نے حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کی قیادت میں تحریک ختم نبوت کے مطالبے کے نتیجے میں 26/اپریل 1984ء کو امتناعِ قادیانیت ایکٹ جاری کیا جو بعد میں تعزیراتِ پاکستان کا حصہ بنا۔ جس کی رو سے قادیانیوں کو اسلامی شعائر و علامات کے استعمال سے قانوناً روک دیا گیا۔ قادیانی سربراہ مرزا طاہر برطانیہ فرار ہو گیا اور عالمی سطح پر پاکستان کے خلاف قادیانیوں نے اپنی مہم تیز کردی اور مختلف ممالک میں قادیانیوں نے سیاسی پناہ اور مفادات حاصل کیے۔

1974ء اور 1984ء کی قانون سازی کے بعد قادیانیوں نے عالمی سطح پر لابنگ کر کے ملک وملت کے خلاف نئی صف بندی شروع کی اور اقوام متحدہ سمیت عالمی اداروں میں اپنے کارندے پلانٹ کیے۔ یہود ونصاریٰ کے مفادات کے تحفظ کے لیے قادیانی آسانی سے استعمال ہورہے ہیں۔ ایٹمی اثاثوں کے خلاف عالمی طاقتیں قادیانیوں کو مہرے کے طور پر استعمال کررہی ہیں۔ اسرائیل میں قادیانی مشن کہوٹہ پلانٹ کی تاک میں بیٹھا ہے۔'' ورلڈ اسٹیبلشمنٹ قادیانیوں کے لیے آسانیاں پیدا کررہی ہے اور پاکستان کے 1973ء کے متفقہ دستور کی اسلامی دفعات اور قرارداد مقاصد کو ہر حال میں ختم کرنے کے لیے دن بدن دباؤ بڑھایا جارہا ہے۔ دستور کا تقاضا یہ ہے کہ ریاست اور سرکاری مشینری مسلمانوں کے عقائد کا تحفظ کرے اور آئین سے انحراف کرنے والے گروہ کو قانون کے شکنجے میں لائے۔ اسلامی جماعتوں اور محبّ وطن حلقوں کی ذمہ داریاں پہلے سے بھی بڑھ گئی ہیں کہ وہ دستور کی اسلامی دفعات، ملک کے نظریاتی تشخص اور جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لیے آگے بڑھیں ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا۔ آج بھی اسی طرح کے اتحادِ امت کی ضرورت ہے جس کا مظاہرہ 1951ء تا 1953ء کیا گیا۔

وما علینا الا البلاغ